© rasailojaraid.com

فہم حدیث

وقت کی منصوبہ بندی

مولانا عبدالمالک

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں:
ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں یہ بات بھی ہے کہ عقل مند آدمی کے لیے، جبکہ اس کی عقل کام کرے، لازم ہے کہ وہ اپنے اوقات اس طرح تقسیم کرے کہ اس میں کچھ گھڑیاں ایسی ہوں کہ ان میں اپنے رب سے مناجات کرے، کچھ گھڑیاں ایسی ہوں کہ ان میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے، ایک گھڑی ایسی بھی ہو کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی شان صناعی میں غوروفکر کرے، اور ایک گھڑی ایسی بھی کہ اس میں اپنی ضروریات خوردونوش کے لیے فارغ ہو۔
اور عقل مند آدمی کا کام ہے کہ رخت سفر نہ باندھے مگر تین چیزوں کے لیے: آخرت کے توشے کے لیے، معاش کے سلسلے میں کاروبار کے لیے یا ایسی لذت کے حصول کی خاطر جو حرام نہ ہو۔
اور عقل مند آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانے کو دیکھنے، سمجھنے والا ہو، اپنی حالت پر توجہ دینے والا ہو اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا ہو۔ جو آدمی اپنے کلام کو اپنا عمل سمجھتا ہو، اس کا کلام تھوڑا ہو گا مگر یہ کہ بامقصد باتیں ہوں، وہ ان ہی تک اپنے آپ کو محدود رکھے گا (صحیح ابن حبان)۔

اپنی تربیت اور تزکیے کے لیے اور زندگی میں کچھ کرنے کے لیے اپنے وقت کا صحیح استعمال ضروری ہے۔ شاید وقت کی برکت کا راز یہی ہے کہ اسے منصوبہ بندی کے تحت گزارا جائے۔ وقت کی تنظیم آج کے دور کا اہم موضوع ہے۔ ادارے اپنے عملے کو اس کی تربیت دینے اور اس کی اہمیت کا احساس دلانے کے لیے باقاعدہ کورس کرواتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے انسان کی دانش مندی کا تقاضا قرار دیا۔
آپؐ نے اوقات کی منصوبہ بندی کے لیے بنیادی ہدایات دیں اور فرد کو اپنی شخصیت کی تعمیر کے لیے جن بنیادی امور کی ضرورت ہے، ان کی طرف اشارہ کر دیا۔ آیات الٰہی میں غوروفکر، محاسبہ نفس اور دعا--- یہ تینوں امور اگر شعوری طور پر ہوں، وقت مختص کر کے ان کا التزام کیا جائے تو لازماً زندگی بہتر ہو گی، ہر آنے والا دن گزرے دن سے بہتر ہو گا۔
ساتھ ہی دنیاوی ضروریات کے لیے وقت خرچ کرنے کو بھی منصوبہ بندی کا حصہ بنا کر اس کی دینی حیثیت واضح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر دی۔ یقیناً آخرت کی کامیابی کا راستہ دنیا کے روز مرہ مشاغل سے گزر کر ہی جاتا ہے۔

وقت کی تنظیم انسان کے لیے اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ سابقہ صحیفوں میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حوالے سے اپنی بات بیان کی۔

حرکت میں برکت ہے اور سفر وسیلہ ظفر ہے' مقبول عام ضرب الامثال ہیں۔ اس حدیث میں آپؐ نے سفر کے مقاصد متعین کر دیے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ہر سفر سے پہلے جائزہ لے کہ وہ ان تین مقاصد میں سے کس دائرے میں آتا ہے۔ مقاصد میں بہت وسعت ہے۔ سیر و سیاحت کے لیے بھی اجازت ہے اگر کسی حرام لذت کا حصول پیش نظر نہ ہو۔ سفر کی دعا بھی اسی لیے ہے کہ انسان ناجائز مقاصد کے لیے سفر سے باز رہے۔ جائز مقاصد کے لیے' آخرت حاصل کرنے کے لیے' معاش حاصل کرنے کے لیے اور لطف و تفریح کے لیے سفر کرنے سے خواہ مخواہ احتراز بھی نہ کریں۔

دین دار فرد کے لیے یہ مشہور ہو گیا ہے کہ اس کا زمانے سے تعلق نہ ہو' وہ سب سے کٹ کر اپنی دنیا آباد کرے اور اس میں مست رہے' اس حد تک کہ اسے اپنا بھی ہوش نہ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں کہ عقل مند آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ زمانے کو دیکھے' سمجھے' اس کے تقاضوں کے مطابق دین پر عمل کرے اور اپنی ذات کا بھی خیال رکھے۔

اپنی باتوں کو بھی اپنا عمل سمجھنا بڑی اہم اور بنیادی تعلیم ہے۔ عموماً ہم گفتگو کو اعمال شمار نہیں کرتے۔ بے تکان اور خواہ مخواہ بھی بولتے ہیں۔ اگر اس کے حساب کتاب کا بھی تصور ہو تو لازماً کلام مختصر ہو گا' بامعنی ہو گا اور لایعنی باتوں سے پرہیز بھی ہو گا۔

○

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: میں تمھیں پتا نہ دوں ایسے شخص کا جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہو گا اور قیامت کے روز اس کی نشست تم سب کے مقابلے میں مجھ سے زیادہ قریب ہو گی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا' کیوں نہیں؟ یا رسول اللہ! ضرور بتلایئے۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا"۔ (صحیح ابن حبان)

ایک مشاہدہ یہ ہے کہ بعض افراد عبادات کا بڑا اہتمام کرتے نظر آتے ہیں۔ اذکار و نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔ دین کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر عمل میں شدت کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن مزاج کے کرخت اور ترش ہو جاتے ہیں۔ جو اللہ سے جتنا قریب ہو' اس کے اخلاق اتنے ہی اچھے ہونے چاہییں۔ وہ اللہ کی مخلوق کا خیال رکھنے والا' ان کو تکلیف نہ پہنچانے والا' ان کے حقوق ادا کرنے والا' ان سے نرم بات کرنے والا' ان کا اکرام کرنے والا' ان کو حقیر نہ سمجھنے والا ہونا چاہیے۔ اس کا اظہار اس کی زندگی کے رویوں سے ہونا چاہیے۔ عبادات تو قرب الٰہی کا ذریعہ اور اس کی علامت ہیں۔ ان سے اخلاق میں بھی حسن آنا چاہیے۔ قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ' اچھے اخلاق بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں' اچھے اخلاق دنیا ہی نہیں' آخرت بھی بناتے ہیں۔

○

وہعی بن حراشؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں آیا اور عرض کیا یارسولؐ اللہ مجھے ایسے عمل کا پتا دیجیے جس کی بنا پر مجھے اللہ محبوب بنالے' اور لوگ بھی محبت کریں۔ آپؐ نے فرمایا: وہ عمل جس کی وجہ سے اللہ تجھ سے محبت کرے' وہ دنیا سے بے رغبتی ہے اور وہ عمل جس کی وجہ سے لوگ تجھ سے محبت کریں' وہ یہ ہے کہ تو دنیا کے اس گھٹیا سازوسامان کو ان کی طرف پھینک دے۔
(مسند ابراہیم بن ادھم بحوالہ جوامع العلوم والحکیم' ص ۲۵۳)

انسان کو دنیا برتنے کے لیے ہی دی گئی ہے۔ یہی اس کی آزمایش ہے۔ اسی پر اس کی کامیابی یا ناکامی کا مدار ہے۔ دنیا کے بارے میں غلط رویے زندگی کو جہنم بنا دیتے ہیں اور مسائل کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے پیچھے لپکنے والے' اس کو سب کچھ سمجھنے والے' نہ اللہ کو خوش کر پاتے ہیں نہ بندوں کو۔ دنیا کو دنیا کی جگہ پر رکھو' اس کی محبت سے بچو تو اللہ تمھیں محبوب بنالے گا' اور دنیا کو دوسروں کے لیے چھوڑ دو' لوگ بھی محبوب بنالیں گے۔ آسان نسخہ ہے۔ حقیقت کو جان کر اسے تسلیم کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا آسان ہی ہونا چاہیے۔ الا یہ کہ انسان خود اپنے آپ کو دھوکہ دینا پسند کرے۔

عبدالجبار بن وھب سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ سعید بن طارقؓ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا اچھی ہے اس کے لیے جو اس سے اپنی آخرت کے لیے توشہ بنائے حتیٰ کہ اس کا رب اس سے راضی ہو جائے۔ اور دنیا بری ہے اس کے لیے جس کو وہ اس کی آخرت سے روک دے۔ جب بندہ کہتا ہے کہ اللہ دنیا کا برا کرے تو وہ جواب میں کہتی ہے: اللہ ہم میں سے اس کا برا کرے جو ہم میں سے اللہ کا زیادہ نافرمان ہے۔ (حاکم فی المستدرک)

ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: تمام لوگوں سے بڑھ کر زاہد کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: جو قبر کو نہ بھولے اور دنیا کی زینت کو چھوڑ دے اور باقی رہنے والی چیز کو فانی پر ترجیح دے اور کل کے دن کو اپنی زندگی کے دنوں میں شمار نہ کرے اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرے۔ (ابن ابی الدنیا)

○

ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں کوئی ایسا حکم نہیں جس میں ضرر ہو۔ اور کسی دوسرے کو نقصان دینے کی اجازت نہیں ہے۔ (ابن ماجہ' دارقطنی)

دین کا کیسا انقلابی تصور ہے!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی ایسی تعلیم نہیں' کوئی ایسا حکم نہیں جس میں انسان کے لیے ضرر اور نقصان ہو۔ ہر حکم میں انسان کی بہتری' بھلائی' فلاح اور اس کا آرام پیش نظر ہے۔ انسانی عذرات کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہے (بیمار کو روزے سے رخصت ہے' نماز بیٹھ کر' لیٹ کر ادا ہو جاتی ہے' راستے سے پتھر ہٹا دینا بھی صدقہ ہے)۔

○

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمھیں دنیا و آخرت والوں کے سب سے اونچے اور کریمانہ اخلاق نہ بتلا دوں۔ پھر جواب میں خود ہی ارشاد فرمایا: تو تعلق رکھے اس سے جو تجھ سے قطع تعلق کرے اور اسے عطا کرے جو تجھے محروم رکھے اور اسے معاف کر دے جو تجھ پر ظلم کرے۔ (طبرانی) حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت میں جو مسند احمد میں ہے اس میں "جو تجھ پر ظلم کرے" کی جگہ "جو تجھے گالی دے" کے الفاظ آئے ہیں۔

ایک آدمی اپنے آپ سے بہتر کس کو جان سکتا ہے۔ ہم خود معلوم کر سکتے ہیں کہ پیمانہ اخلاق پر ہم کس درجے میں ہیں۔ ہم سے کوئی قطع تعلق کر لے' کوئی ہمیں محروم کر دے' کوئی ہم پر ظلم کرے' گالی دے تو ہمارا ردعمل اور رویہ کیا ہوتا ہے؟

○

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک قوم کی طرف بھیجا تو انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرمایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سلام کو پھیلاؤ' کھانا کھلاؤ اور اللہ سے اس طرح شرم کرو جس طرح اپنے گھرانے کے معزز اور باوقار شخص سے شرماتے ہو' جب کوئی برائی کر گزرو تو پھر نیکی کرو اور اپنے اخلاق کو جس قدر اچھا کرنے کی استطاعت ہو اس قدر اچھا کرو" (مسند بزاز)۔

اگر خدا سے اتنی بھی حیا ہو جتنی خاندان کے کسی بزرگ سے عموماً کی جاتی ہے (کتنے ہی نوجوان آج بھی بزرگوں کے سامنے سگریٹ نوشی نہیں کرتے) تو انسان کے لیے گناہ کرنا نہایت مشکل ہو جائے۔ بزرگوں کے سامنے تہذیب کے دائرے سے باہر حرکتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ گناہ بھی دراصل اللہ کی بے ادبی ہیں۔ جن باتوں سے وہ ناراض ہوتا ہے--- اور ہم یہ جانتے ہیں--- پھر بھی ہم وہ کام کرتے ہیں تو دراصل حیا کا تقاضا پس پشت ڈالتے ہیں۔ نفس کی کمزوریوں پر قابو پانے کے لیے یہ احساس کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے' نہایت موثر ہے۔ پھر انسان حیا کرے گا' گناہ سے بچے گا۔

حضرت معاذؓ کو یہ وصیت کسی نئی جگہ جاتے ہوئے کی۔ سلام پھیلانے اور کھانا کھلانے کی تلقین کی۔ یہ دونوں عمل اخوت کا جذبہ بیدار کرتے ہیں اور الفت و محبت پیدا کرنے کے لیے مجرب اور اکسیر ہیں۔ اس کے ساتھ اگر اخلاق بھی اچھے اور کریمانہ ہوں تو عمل کرنے والا محبوب خلائق بن جاتا ہے۔ کسی کے ساتھ برائی ہو جاتی ہے تو ارادہ کر کے اس کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ اور اللہ سے حیا بھی کرتا ہے تو زندگی خوب ہی حسین ہو جاتی ہے۔ دعوت اسلامی کا کام کرنے والوں کے لیے' نئی جگہ جا کر آباد ہونے والوں کو اس وصیت پر عمل کرنا چاہیے۔

© rasailojaraid.com